جماعت احمدیہ حکومتِ وقت کی اطاعت اور قانون کے احترام کو ضروری سمجھتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۵؍جون ۱۹۷۶ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیت کی تلاوت فرمائی:-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النسآء: ۶۰)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

گذشتہ چند خطبوں میں مَیں نے جماعت کے شرعی اور قانونی حقوق کے متعلق کچھ کہا تھا آج میں ہر احمدی پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

انسان اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہے ایک اس کے حقوق کے پہلو ہیں اور دوسرے اس کی ذمّہ داریوں کے پہلو ہیں۔ ذمّہ داریاں مختلف النوع اور مختلف قسم کی ہیں۔ عام ذمّہ داری جو ہر احمدی پر ہے اور ہر ملک کے ہر شہری پر ہے وہ مشترکہ ذمّہ داری ہے جس کو ”شہری ذمّہ داری“ کہا جاتا ہے یہ شہری حقوق کے مقابلہ میں آجاتی ہے اور دراصل یہ حقوق کا ہی دوسرا رُخ ہے کیونکہ ایک سوال ہوتا ہے حق کے لینے کا اور ایک سوال ہوتا ہے حق ادا کرنے کا۔ شہری ذمّہ داریوں میں سے ایک وہ ذمّہ داریاں ہیں جو کہ قانونِ وقت یا حکومتِ وقت شہریوں پر ڈالتی ہے اور ایک وہ ابدی ذمّہ داریاں ہیں جو شریعتِ اسلامیہ نے اسلام کی طرف منسوب ہونے والوں پر ڈالی

ہیں شریعتِ اسلامیہ کی بہت سی ایسی ذمّہ داریاں ہیں کہ وہ اور قانونِ وقتی کی ذمّہ داریاں ایک ہی ہو جاتی ہیں کیونکہ اسلام انسانی فطرت کے مطابق مذہب ہے اور انسانی فطرت اسلام سے باہر پوری طرح نشوونما حاصل نہیں کرتی بلکہ اسلام کے اندر پوری نشوونما حاصل کرتی ہے اس لئے اسلام سے باہر جو شہری ذمّہ داریاں ڈالی جاتی ہیں وہ ناقص ہوتی ہیں اور وہ ادھوری رہتی ہیں۔ اسلام نے زیادہ وسعت اور پھیلاؤ کے ساتھ انسان کو دوسرے انسانوں کے حقوق کی طرف توجہ دلائی ہے بہرحال شہری ذمّہ داریاں جو قانون کے ذریعہ سے شہریوں پر ڈالی جاتی ہیں وہ وقتی بھی ہوتی ہیں اور ہمیشہ کے لئے بھی۔ مثلاً ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا یہ ہر شہری کی قانون یا معاشرہ کی طرف سے ذمّہ داری ہے یہ غیر اسلامی معاشرہ میں بھی ہے چنانچہ جسے وہ مہذّب معاشرہ کہتے ہیں اس میں بھی وہ کہتے ہیں کہ اپنے ہمسایوں کا خیال رکھو۔ میں جب پڑھا کرتا تھا تو ایک دفعہ میں جرمنی میں سفر کر رہا تھا اُس زمانے میں ہٹلر کی حکومت تھی جو کہ بڑا سخت ڈکٹیٹر تھا وہاں مجھے کسی سے یہ علم ہوا کہ اگر رات کو آٹھ بجے کے بعد کوئی گھر والا زیادہ اونچی آواز سے ریڈیو چلائے تو اگر اس کا ہمسایہ یہ شکایت کر دے کہ اس نے مجھے سونے نہیں دیا اور میرے آرام میں مخل ہوا ہے تو قانون فوراً حرکت میں آ جاتا ہے اور اگلے دن صبح پولیس پہنچ جاتی ہے۔ غرض دوسروں کا خیال رکھنا قانون اور معاشرہ کی طرف سے ذمّہ داری ہے۔ میں نے جو مثال دی ہے بعض ملک اس کا خیال رکھتے ہیں اور بعض نہیں رکھتے۔ مختلف حکومتوں میں تھوڑا بہت فرق ہوتا ہے، وہ بعض باتوں کا خیال رکھتی ہیں اور بعض کا نہیں بھی رکھتیں لیکن بہرحال حکومتِ وقت بھی دوسروں کا خیال رکھتی ہے اور ہماری شریعت یعنی شریعتِ اسلامیہ بھی اس بات کا خیال رکھتی ہے۔

انسان کے انسان پر بہت سے ایسے حقوق ہیں جن کے حصول کے لئے یا جن کی ادائیگی کے لئے امن کی ضرورت ہے۔ اگر امن عامہ نہ ہو تو وہ حقوق ادا نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے حکومتیں فساد سے روکنے کی کوشش کرتی ہیں اور امن کا ماحول پیدا کرنے کی کامیاب یا ناکام کوششیں ہمیشہ ہر ملک میں ہوتی رہتی ہیں۔ اسلام نے بھی اور دراصل صحیح معنی میں اسلام ہی نے فساد کے خلاف اور امن کے قیام کے لئے عظیم جہاد کیا ہے اور وہ لوگ جو نرے وحشی تھے، جو کہ ابتدا میں

بھی قرآن کریم کے مخاطب ہوئے اسلام نے اُن کی زندگیوں میں ایک ایسا انقلاب بپا کیا کہ وہ وحشی سے انسان پھر بااخلاق انسان اور پھر باخدا انسان بن گئے اور باخدا انسان کا مطلب یہ ہے کہ وہ دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بہت باریکیوں میں جاتا ہے کیونکہ تقویٰ باریکیوں کا مطالبہ کرتا ہے چنانچہ اُنہوں نے باریکیوں میں جاکر اپنے ہمسایوں کا خیال رکھا اور اپنے بھائیوں کا خیال رکھا۔ بعض دفعہ وہ ایسی حدود میں داخل ہوگئے کہ دوسروں نے ان کا پیار کا مظاہرہ قبول کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ مثلاً جب مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں پہنچے تو اُن میں سے بعض اپنی بیویاں بھی پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین وانصار کو بھائی بھائی بنا دیا تو کئی انصار بھائیوں نے مہاجر بھائیوں سے کہا کہ ہماری ایک سے زائد بیویاں ہیں ہم چاہتے ہیں، ہمارے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے کہ ہم ایک بیوی کو طلاق دے دیں اور تم اُس سے شادی کرلو۔ بعض نے ورثے میں شرکت اور بعض نے مالی تحائف کے ذریعہ اپنی اس اخوت کا مظاہرہ کیا لیکن مہاجرین کی شرافتِ نفس اپنی جگہ تھی اور جہاں تک میرا حافظہ کام کرتا ہے اُنہوں نے شکریے کے ساتھ ان چیزوں کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ آدھی آدھی دولت دینے کے لئے تیار ہو گئے تھے لیکن اُنہوں نے آگے سے جواب دیا کہ جو چیز خدا نے ہمیں دی ہے ہمیں اُس پر بھروسہ کرنے دو اور خدا کی عطا کردہ قوتوں اور استعدادوں کو استعمال کرنے دو، اللہ تعالیٰ ہمارے حالات بدل دے گا۔ بعض نے صرف اتنا پیسہ قرض لے لیا کہ جس سے وہ ایک کلہاڑی خرید سکیں اور لکڑیاں کاٹ کر بیچنی شروع کر دیں۔ پھر یہی لوگ تھے جن میں سے بعض کے متعلق آتا ہے کہ اُنہوں نے مدینے کی منڈی میں ایک ایک دن میں کروڑ کروڑ روپے سے بھی زیادہ سامان کی خرید وفروخت کی۔ یہ تو اسلام کی خوبیوں کا بیچ کا ذکر آ گیا ہے اور آنا ہی چاہیئے تھا میں بتا یہ رہا ہوں کہ انسان کے جو انسان پر حقوق ہیں ان میں سے جو شہری حقوق کہلاتے ہیں، اُن پر اسلام نے جس طرح روشنی ڈالی ہے اور اسلام نے جس طرح اپنے ماننے والوں کے دل ودماغ میں انقلاب بپا کیا کہ ان حقوق کو ادا کرنا ہے، وہ دُنیا کی حکومتیں نہیں کرسکیں لیکن بہرحال جس نے اسلام کے حکم کے مطابق اور اسلام کی شریعت کے مطابق دوسروں کے حقوق ادا کرنے ہیں وہ بہرحال حکومتِ وقت یا قانون وقتی کے مطابق بھی عمل

کرے گا کیونکہ ان کا دائرہ تو چھوٹا ہے اور وہ اسلام کے وسیع دائرہ کے اندر خود بخود آ جاتا ہے۔

فساد کرنے سے بھی اسلام نے روکا ہے میں نے بتایا ہے کہ بنیادی حکم ادائیگی حقوقِ شہریت ہے اس کے لئے اسلام نے دو حکم دیئے ہیں ایک یہ کہ خود فساد نہ کرو اور دوسرے یہ کہ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ (ھود: ۱۱۷) کے مطابق دوسروں کو فساد کرنے سے روکو۔ ایک یہ کہ خود ظلم نہ کرو اور دوسرے یہ کہ دوسروں کو ظلم کرنے سے روکو۔ ظلم کرنے سے روکنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ لاٹھی پکڑ لو اور اُن کو مارنا شروع کر دو بلکہ ایک ایسا معاشرہ قائم کرو کہ اس معاشرے میں کوئی شخص نہ ظلم کرنے کی جرأت کر سکے اور نہ فساد پیدا کرنے کی جرأت کر سکے۔

بہرحال ہر احمدی کا یہ فرض ہے کہ جس طرح وہ یہ خواہش رکھتا ہے کہ اُس کے حقوق اُسے ملیں اسی طرح وہ یہ جذبہ رکھے کہ جو دوسروں کے حقوق ہیں وہ ان کو ملیں اور جہاں تک اس کی ذات کا تعلق ہے وہ دوسروں کے حقوق کو ادا کرے اور جہاں تک اس کے ماحول اور اس کے زیرِ اثر طبقہ کا سوال ہے وہ یہ نگرانی کرے کہ اس کا ماحول اور معاشرہ ہر ایک کے حقوق کو ادا کرنے والا ہو۔ اس سلسلے میں ہمیں بعض بڑی خوشکن اور بڑی اچھی مثالیں بھی ملتی ہیں۔ پس نہ صرف یہ کہ حق غصب نہ کرنے کا حکم ہے جو کہ فساد کے وسیع معنی کے اندر آ جاتا ہے بلکہ ایک مسلمان پر اور ایک مسلمان احمدی پر یہ بھی ذمّہ داری ڈالی گئی ہے کہ وہ ایسا ماحول اپنے گرد پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ دوسرے بھی فساد کرنے سے باز رہیں۔ شہری ذمّہ داریوں میں سے امن کا قیام ایک بنیادی چیز ہے۔ ویسے تو سینکڑوں ذمّہ داریاں ہیں بلکہ شاید ہزاروں ہو جائیں کیونکہ جتنے حقوق ہیں ان کے مقابلے میں اتنی ہی ذمّہ داریاں ہیں لیکن میں نے بطور مثال ایک بنیادی چیز یہ بتائی ہے کہ نہ صرف یہ کہ فساد نہیں کرنا بلکہ ایسا ماحول پیدا کرنا ہے کہ جو ہمارے اردگرد رہنے والے ہیں وہ بھی فساد سے اجتناب کرنے والے ہو جائیں اور اپنی ذمّہ داری کو سمجھنے لگیں کہ شہری حقوق کی ذمّہ داری امن اور آشتی کے ماحول میں ہی ادا کی جا سکتی ہے۔ فساد اور درندگی کے مظاہروں کے ماحول میں شہری حقوق ادا نہیں کئے جاتے نہ ان کا ادا کیا جانا ممکن ہے۔ پس شہری ذمّہ داریاں انسان انسان کے ہر قسم کے باہمی رشتوں سے تعلق رکھنے والی ہیں اور ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا لیکن خواہ قانون نے ان حقوق کی ادائیگی کی ذمّہ داری ایک شہری پر

ڈالی ہو یا نہ ڈالی ہو اور نہ ڈالنے کی صورت میں اگر شریعت اسلامیہ نے وہ ذمہ داری ایک احمدی مسلمان پر ڈالی ہو تو ان حقوق کو ادا کرنا ایک احمدی مسلمان کے لئے ضروری ہے۔

دوسری ذمہ داری جو ایک احمدی کی ہے اور جس کے متعلق شروع سے ہی جماعت کی تربیت کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ قانونِ ملکی کو کبھی اپنے ہاتھ میں نہیں لینا۔ ہمارے متعلق Law Abiding People کہا جا سکتا ہے کہ ہم قانون کی پابندی کرنے والے اور قانون کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے والے ہیں۔ آیت کا جو چھوٹا سا ٹکڑا میں نے سورۃ فاتحہ کے بعد پڑھا تھا اس میں ''اُولِی الْاَمْرِ'' کے لفظ میں اس طرف اشارہ ہے کہ (تیسری بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی میں اس کے ساتھ ہی شامل کر لیتا ہوں) ایک تو ہم Law Abiding یعنی قانون کے پابند اور قانون کی اطاعت کرنے والے لوگ ہیں اور دوسرے جن کو قانون صاحبِ اختیار بناتا ہے ہم اُن کی اطاعت اور فرمانبرداری کرتے ہیں۔ یہ بھی اسی کے اندر آ جاتا ہے یعنی قانون کی اطاعت کرنا اور قانون شکنی سے بچنا ہی یہ تقاضا کرتا ہے کہ جن لوگوں کو قانون نے حکومت کا اختیار دیا ہے قانون کے اندر رہتے ہوئے اُن کی بھی اطاعت کی جائے۔ اُن کا یہ فرض ہے کہ وہ قانون کے خلاف کوئی کام نہ کریں اور قانون کے خلاف کوئی حکم نہ دیں اور ہر شہری کا یہ فرض ہے اور ہر احمدی کا خصوصاً، جن کو میں اس وقت مخاطب کر رہا ہوں کہ وہ قانون شکنی نہ کریں اور قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لیں۔ یہ تو میں ذِکْرٌ کے مطابق کہہ رہا ہوں ورنہ جماعت خدا کے فضل سے بڑی دیر سے اس امید میں تربیت یافتہ ہے اور ۱۹۷۴ء میں اس نے اس کا اتنا شاندار مظاہرہ کیا کہ ۱۹۷۴ء گذرا اور اس کے بعد ایک اور سال ۱۹۷۵ء گذرا اور اب ۱۹۷۶ء میں ہم داخل ہو چکے ہیں۔ ابھی تک بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں سمجھ ہی نہیں آتی کہ احبابِ جماعت کے لئے یہ کیسے ممکن ہو گیا کہ اُس قسم کے حالات میں جب کہ اُن کے خلاف ہر طرف ایک آگ لگائی گئی تھی تو اُنہوں نے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہیں لیا۔ اُن کے لئے سمجھنا مشکل ہے اُن کو تو ہم معذور سمجھتے ہیں لیکن ہمارے لئے لمبی تربیت کے بعد سمجھنا بھی آسان ہو گیا ہے اور اس پر عمل کرنا بھی آسان ہو گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ظلم کے مقابلہ میں ظلم کرنے سے ایک ایسا سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں اور جو ختم ہونے والا نہیں

لیکن الٰہی سلسلے وہ سدِّ سکندری ہیں جو ظلم کے سامنے کھڑی ہو کر اس کو بند کر دیتی ہے۔ اگر ۱۹۷۴ء کے فسادات میں جماعت احمدیہ کا یہ ردّعمل نہ ہوتا تو ایک تو جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتی، دوسرے فتنہ وفساد کا ایک اتنا لمبا سلسلہ چلتا کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے بعد ہمارا ملک باقی رہتا لیکن اس وقت میں ملک کے متعلق بات نہیں کر رہا وہ بعد میں کروں گا۔ اس وقت میں یہ بات کر رہا ہوں کہ اولی الامر میں، صاحبِ امر میں دو چیزیں ہیں ایک صاحبِ امر کا ہونا اور دوسرے امر کا ہونا یعنی ایک قانون کو نافذ کرنے والے حاکم کا ہونا اور دوسرے قانون کا ہونا پس قانون کو ہاتھ میں نہیں لینا اور جو حاکم وقت ہے جس کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے ملکی قانون کے مطابق انسان انسان سے معاملہ کرے اس کی اطاعت کرنا ہے لیکن اس آیت میں حاکمِ وقت کا جو ذکر ہے اس کے معنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کئے ہیں کہ ضروری نہیں ہے کہ وہ مسلمان ہی ہو کسی نے سوال کر دیا تھا کہ پھر ”مِنۡکُمۡ“ کا کیا مطلب ہوگا؟ آپ نے فرمایا کہ جو حاکم وقت ہمیں احکامِ شریعت کے خلاف حکم نہیں دیتا وہ ”مِنۡکُمۡ“ کے دائرہ کے اندر آ جاتا ہے۔ یہ بڑا لطیف اور بڑا گہرا فلسفہ ہے لیکن اس لطیف اور گہرے فلسفہ پر مَیں اس وقت تفصیل سے روشنی نہیں ڈالوں گا بہرحال آپ سن لیں اور سمجھ لیں کہ غیر مسلم حاکم بھی اگر ہمیں احکامِ شریعت کے خلاف حکم نہ دے تو وہ بھی مِنۡکُمۡ میں آ جاتا ہے کیونکہ اسلام کی تعلیم صرف پاکستان کے متعلق تو نہیں ہے یہ تو ساری دُنیا کی حکومتوں کے متعلق ہے اور ساری دُنیا میں احمدی بستے ہیں۔

پس ”اُولِی الۡاَمۡرِ“ اگر افریقہ کی ایک عیسائی حکومت ہو اور وہ اسلام کی شریعت کے احکام کے خلاف قانون بنانے والی نہ ہو تو اس کی اطاعت بھی ایسی ہی ضروری ہے جیسی کہ پاکستان میں ایک مسلمان حکومت کی اطاعت۔ لیکن اگر شریعت کے احکام کے خلاف کوئی حکم ہو مثلاً افریقہ میں کوئی بت پرست حکومت مسلمانوں کو یہ کہے کہ جو پتھر کے بُت ہم نے تراشے ہیں تم ان کے سامنے سجدہ کرو۔ تو پھر اُس وقت اُس کا حکم نہیں ماننا کیونکہ اطاعت اللہ کی اور اطاعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیٰ ہے اُولِی الۡاَمۡرِ کی اطاعت سے۔ اگر افریقہ کی حکومت یہ کہے کہ قبروں پر سجدے کرنا ضروری ہے تو اس وقت کوئی موحد مومن مسلمان یہ حکم ماننے کے لئے تیار نہیں ہوگا لیکن اس وقت دُنیوی لحاظ سے انسان کے اندر اس قسم کی سیاسی

بیداری پیدا ہو چکی ہے کہ میرا نہیں خیال کہ کوئی حکومت اس قسم کے آرڈر جاری کرے جو انسانی فطرت کے خلاف ہوں اور جب میں کہتا ہوں کہ انسانی فطرت کے خلاف تو ساتھ ہی میں یہ بھی کہتا ہوں کہ شریعتِ حقہ اسلامیہ کے خلاف ہوں کیونکہ قرآن کریم فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا (الروم:۳۱) کے مطابق اور انسانی فطرت کے عین مطابق آیا ہے۔ بہرحال یہ بیداری پیدا ہو چکی ہے اس بیداری میں عارضی طور پر غنودگی بھی ہو سکتی ہے۔ اس وقت میں جماعت کو جو چیز بتا رہا ہوں وہ یہ ہے کہ شروع سے لے کر اس وقت تک ہمارا مسلک یہ ہے کہ نہ قانون کو ہاتھ میں لینا ہے اور نہ حاکمِ وقت کی عدم اطاعت کرنی ہے بلکہ اُس کی اطاعت کرنی ہے اور تابعداری کرنی ہے اگر حکم اسلامی شریعت کے خلاف نہ ہو یعنی بالمعروف ہو۔

پانچویں بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ احمدی جس جگہ بھی ہیں اور جس ملک کے بھی شہری (Citizen) ہیں، وہ اپنے ملک کے وفادار ہیں۔ جہاں تک ہم اپنے آپ کو سمجھتے ہیں اور مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ہم اپنے آپ کو صحیح سمجھتے ہیں، ہم دھوکے میں نہیں۔ احمدی کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اپنے ملک سے غدّاری کرنے والا ہوگا۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں گو کوئی ہماری ہنسی اُڑائے گا اور کوئی حقارت کی نگاہ ہم پر ڈالے گا لیکن جہاں تک ہماری سمجھ کا تعلق ہے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ حکومت کے استحکام کی اور حکومت کی ترقی کی اور حکومت کی غداریوں سے بچانے کی سب سے زیادہ ذمّہ داری جماعت احمدیہ اور اس کے افراد پر ہے۔ اس کے لئے ہم ایک در بھی کھٹکھٹاتے ہیں اور یہ ہمارا مشاہدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس در کو جو کھٹکھٹاتا ہے اور دھونی رما کے وہاں بیٹھ جاتا ہے وہ خالی ہاتھ واپس نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لئے وہ دروازہ کھولا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو دُنیوی حسنات کے لحاظ سے بھی اور اُخروی حسنات کے لحاظ سے بھی وہ حاصل کرتا اور پاتا ہے۔ بہرحال ہم اپنے ملک کی خاطر اس کی بقا کے لئے، اس کے استحکام کے لئے اس وثوق کے ساتھ اور اس ایمان کے ساتھ خدا تعالیٰ کا در کھٹکھٹاتے ہیں کہ وہ عاجز انسانوں کی دعاؤں کو قبول کیا کرتا ہے اور جب وہ ہماری ان دعاؤں کو قبول کرے گا تو پاکستان کے حق میں ایک ایسی چیز ظاہر ہوگی، ہمارے ملک کو ایک ایسی چیز ملے گی جو کسی اور گروہ اور جماعت کے ذریعہ سے

اسے نہیں مل سکتی کیونکہ اُنہوں نے تو اس دروازہ کو ایسا بند کیا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ کھل ہی نہیں سکتا۔ بہرحال جو ہماری ذمہ داریاں ہیں اس وقت میں ان کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ احمدی ملک کا غدار نہیں بلکہ وفادار ہے اہل ملک کی سوچ سوچ میں فرق ضرور ہے۔ سیاسی پلیٹ فارم اور منصوبوں میں بھی فرق ہے اور ہم تو سیاسی جماعت نہیں بلکہ مذہبی جماعت ہیں۔ دعائیں کرنا ہمارا فرض ہے اور لوگ بھی دعائیں کرتے ہوں گے مگر میں اپنے متعلق بات کر رہا ہوں ہم خدا سے کچھ حاصل کرتے ہیں اسی کے فضل سے نہ اپنی کسی خوبی کے نتیجہ میں اور ہمارا مشاہدہ ہے کہ وہ در کھولا جاتا ہے اس در کو میں اور آپ صرف اپنی ذاتی بھلائی کی خاطر نہیں کھٹکھٹاتے نہ ہم اپنے خاندان یا اپنے قبیلے یا اپنے دوستوں کے لئے کھٹکھٹاتے ہیں بلکہ اس دَر کو جس سے ہم سب کچھ پاتے ہیں ہم اس لئے کھٹکھٹاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سامان پیدا کرے کہ ہمارا ملک مضبوط اور مستحکم ہو اور ترقی کرے اور اس میں خوشحالی کے سامان پیدا ہوں اور ایک ایسا معاشرہ قائم ہو جائے کہ جس میں ہر فردِ واحد کو دوسرے افراد اس کے حقوق دینے والے ہوں اور کوئی شخص مظلوم نہ رہے اور اس ماحول سے ظلم کا خاتمہ ہو جائے ہم اپنے ملک کے لئے ہمیشہ یہ دعائیں کرتے ہیں اور دعائیں کرنا ہماری ذمہ داری ہے ہمارے سینے اپنے ملک کے لئے وفا کے جذبہ سے پُر رہتے ہیں اور ہمارے سینے ہمیشہ ہی وفا کے جذبہ سے بھرے اور معمور رہنے چاہئیں۔

ہم پر جو ذمہ داریاں ہیں اللہ تعالیٰ ان کی ہر پہلو سے ادائیگی کی ہمیں توفیق عطا کرے اور ہمارے وہ بھائی جن کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارے حقوق ادا کریں اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے کہ وہ ہمارے حقوق ادا کریں اور اللہ تعالیٰ ایسا ماحول پیدا کرے کہ ہر فردِ واحد، اس ملک کا ہر شہری ہر وہ شخص جو اس پاکستان میں بسنے والا ہے اس کے سارے حقوق اس کو ملنے لگ جائیں اور پھر کوئی شخص بھی یہ محسوس نہ کرے کہ کچھ حقوق تھے اس کے جو غصب کر لئے گئے، کچھ سہولتیں تھیں اس کی جو اسے میسر نہیں اور کچھ قوتیں اور استعدادیں تھیں اس کی جن کی صحیح طور پر نشوونما نہیں ہوسکی بلکہ ہر شخص خوش باش اللہ تعالیٰ کی حمد کے ترانے گانے لگے اور حمد کے ترانے گاتے ہوئے ملکی ترقیات کی شاہراہ پر بھی آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے۔ اللّٰھم اٰمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۷ رجولائی ۱۹۷۶ء صفحہ ۲ تا ۵)